OPEN ACCESS
AL-EHSAN
ISSN: 2410-1834
www.alehsan.gcuf.edu.pk
PP: 62-72

صوفیاء کی اصلاح اور تزکیہ نفس

(حضرت مجدّد الف ثانیؒ کی تعلیمات کی روشنی میں)

Rectification of Sufeya and Purification of Nafs

(In the light of Mujadded Alf–e–Sani's Teachings)

Muhammad Ramzan

Ph.D Scholar, Department of Islamic History, Karachi University, Karachi

Dr. Adnan Malik

Chairman

Department of Islamic History, Govt. College University, Haiderabad

Abstract

In the contemporary era, the people who are not aware of the essence of Sufism can be divided in two groups. First, the ones who, only out of ignorance towards the basic spirit of Sufism, not only disregard the very ideas and concepts of the said philosophy, but repudiate it as despite proclaiming itself as the torch-bearer of Sufism, has made certain additions to it. It opines that Sufism does not come under the domain of Shariah and both are distinct paths. The said ideology was able to gain ground during the reigns of the Mughal Emperors Akbar and Jahangir. During the same era, there were also other gamut full of factors that not lag behind in shaking otherwise the strong beliefs of the Muslims till Hazrat Mujadid Alf Sani's persona emerged on the firmament of the sub-continent. This research paper is an attempt to mention the role of Mujadid Alf Sani to rectify the false concept of Sufism in the Sub-continent .

Keywords: Mujadded Alf Sani, Rectify Sufeya, false concept of Sufism, Sub Continent, firmament.

تعارف

مجدّد الف ثانیؒ کا پورا نام شیخ احمد سرہندی الفاروقی تھا۔ آپ نے سولہویں صدی عیسوی میں برصغیر معاشرے کے افراد کی تعمیر و تشکیل کردار کے لیے اپنی ساری زندگی کو وقف کر دیا۔ آپ کی پیدائش 14 شوال المکرم 971ھ بمطابق 5 جون 1564ء کو جمعہ کی شب میں پیدا ہوئے۔[۱] آپ کا لقب بدرالدینؒ اور کنیت ابوالبرکات تھی۔[۲] آپ کے والد شیخ عبدالواحدؒ ایک مشہور عالم فاضل تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم کے سفر کا آغاز حفظ قرآن کریم سے کیا اور جلد ہی قرآن کریم حفظ کرنے کی سعادت حاصل کر لی۔[۳] ابتدائی کتب اپنے والد ماجد سے پڑھیں اور دیگر علوم اسلامیہ کو اس وقت کے علماء کبار سے حاصل کیا۔ اس زمانے میں رائج علوم مثلاً منطق و فلسفہ، علم الکلام اور اصول فقہ اس وقت کے بہترین عالم حضرت مولانا کمال شاہ کیتھلیؒ[۴] سے حاصل کیے۔ حدیث کی بعض کتب شیخ شہاب الدین احمد بن حجرؒ کے شاگرد یعقوب کشمیری[۵] سے پڑھیں۔ آپ نے 17 برس کی عمر میں اپنی تعلیم مکمل کی اور درس و تدریس میں مشغول ہو گئے، جہاں بے حساب طلباء علوم نبوت نے آپ سے استفادہ کیا۔[۶] آپ نے کم عمری میں ہی اپنے علم میں اتنا رسوخ حاصل کر لیا تھا کہ آپ نے اہم درسی کتب پر حاشیے بھی لکھے۔[۷] آپ نے درس و تدریس کے ساتھ ساتھ تصوف کے مراحل بھی تیزی سے طے کیے۔ اپنے والد سے ہی چشتیہ اور قادریہ دونوں نسبتیں حاصل کیں اور پھر خواجہ باقی باللہؒ سے سلسلہ نقشبندیہ میں فیض حاصل کیا۔

سولہویں صدی عیسوی میں تصوف میں پیدا ہونے والی خرابیاں

سولہویں صدی عیسوی میں برصغیر معاشرہ ایک ہمہ جہتی، دینی، ذہنی اور تہذیبی ارتداد کے راستہ پر پڑ رہا تھا، جس کی سرپرستی حکومتِ وقت کر رہی تھی اور اس کو وقت کے متعدد ذہین و فاضل انسانوں کی علمی و ذہنی کمک بھی حاصل تھی۔ اس وقت اگر حالات کا راستہ روک کر کھڑی ہونے والی کوئی طاقتور شخصیت نظر آتی ہے تو وہ حضرت مجدد الف ثانیؒ ہیں۔ آپ نے ہر شعبہ زندگی میں دین اسلام کو اصل حالت میں بحال کر دیا۔ خاص طور پر تصوف کے میدان میں آپؒ کی خدمات نے بعد میں آنے والوں کے لیے راستہ ہموار کیا۔ اس صدی میں تصوف میں پیدا ہونے والی خرابیوں کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

- آپؒ کے عہد میں عقیدہ وحدت الوجود نے بہت شہرت حاصل کر لی تھی، کہ وجود صرف ایک ہی ہے اور وہی خدا ہے۔ اس عقیدہ کے ماننے والے اس وجود سے مراد کائنات لیتے تھے مع ان اشیا کے جو اس میں موجود ہیں۔ ابن عربی کے نظریہ ہمہ اوست سے یہ نظریہ اور الجھ گیا جس کی صحیح تشریح وقت کی اہم ضرورت تھی۔
- تصوف میں یہ بات شد و مد سے بیان کی جاتی تھی کہ ظاہر اور ہے باطن اور، اور یہ تفریق کر کے صوفیاء اپنے پیروکاروں کو شریعت سے آزاد کر لیتے تھے۔ تصوف میں سلوک کی منزلیں طے کرنے کے لیے ترکِ دنیا ضروری خیال کیا جاتا ہے، جو کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق نہیں ہے۔
- کرامات کو ولایت کا معیار قرار دیا جاتا ہے جبکہ روحانی کرشمے صداقت کی دلیل نہیں، ایسے کرشمے تو غیر مسلم بھی بعض اوقات دکھاتے ہیں، اس غلط فہمی کو دور کرنا ضروری تھا۔
- ہندو جوگیوں اور غیروں کی دیکھا دیکھی صوفیاء کے ہاں بھی نفس امارہ کو کچلنے کے لیے مختلف قسم کے مجاہدے اور ریاضتوں پر زور دیا جاتا تھا، جو کہ شریعت محمدی ﷺ کے خلاف تھا۔
- اسی طرح صوفیاء کا ایک طبقہ سماع کو روح کا غذا خیال کرتا تھا، ان کے ہاں مختلف قسم کی محفل سماع ہوتی تھی اور اس کو حقیقی تصوف کی تعلیم کے عین مطابق اور ثواب سمجھا جانے لگا تھا۔

خام صوفیاء اور حضرت مجددؒ الف ثانیؒ کی خدمات

تزکیہ نفس کے لیے غیر مشروع مجاہدے اور ریاضتیں

بہت سے صوفیاء احکام شرعیہ سے ہٹ کر ریاضتیں اور مجاہدے کرتے تھے اور ان چیزوں کو قرب الٰہی کے حصول کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ تزکیہ نفس کے لیے غیر اسلامی، ہندو، برہمن، یونانی فلاسفر اور جوگیوں کے طریقوں کے خلاف تھے۔ آپؒ کی نظر میں تزکیہ نفس اور نفسانی خواہشات سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے شریعت پر عمل سے بہتر کوئی تریاق نہیں اور اسلام طہارت و پاکیزگی کی تعلیم دیتا ہے۔ ہمارے ہاں لوگوں کا عقیدہ یہ ہو گیا ہے کہ جب کسی کو ننگا اور بے ربط باتوں میں مصروف پاتے ہیں تو اسے ولی، پیرِ کامل سمجھ لیتے ہیں اور اس سے مرادیں مانگتے ہیں، یہ شریعت کے سراسر خلاف ہے۔ ایک مکتوب میں آپ سید حسین مانک پوریؒ کو تحریر فرماتے ہیں:

"جاننا چاہیے کہ پیر وہ ہے جو مرید کو حق سبحانہ تعالی کی طرف راہنمائی کرے یہ بات طریقت میں زیادہ ملحوظ اور واضح تر ہے کیونکہ پیر تعلیم شریعت کا استاد بھی ہے اور طریقت کا راہنما بھی بر خلاف پیر خرقہ کے، پس پیر کو تعلیم کے آداب کی زیادہ رعایت کرنی چاہیے۔ پیر بننے اور کہلانے کا زیادہ مستحق یہی طریقہ ہے۔ اس طریق میں نفس امارہ کے ساتھ ریاضتیں اور مجاہدے احکام شرعی کے بجالانے اور سنت عالیہ ﷺ کی متابعت کو لازم پکڑنے میں ہے کیونکہ پیغمبروں کے بھیجنے اور کتابوں کے نازل کرنے سے مقصود نفس امارہ کی خواہشات کو دور کرنا ہے---وہ ریاضتیں جو سنت کی تقلید کے سوا اختیار کیے جائیں معتبر نہیں کیونکہ جوگی، ہندو، برہمن اور یونان کے فلسفی اس امر میں شریک ہیں اور وہ ریاضتیں ان کے حق میں گمراہی کے سوا اور کچھ نہیں کرتیں اور خسارے کے سوا اور کچھ راہنمائی نہیں کرتیں۔"(۸)

محفل سماع کی نفی

حضرت مجدّد الف ثانیؒ کے مطابق محفل سماع کا تصوّف سے کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ کسی بھی لحاظ سے درست نہیں آپ اس کو روح کی غذا کی بجائے روح کو فنا کرنے کے متبادل خیال کرتے تھے، اور سختی سے اس کی ممانعت فرماتے تھے۔ آپ اپنے بیٹوں کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"سماع ورقص درحقیقت لہو ولعب میں داخل ہے، آیۃ کریمہ ومن الناس من یشتری لھو الحدیث سرود کے منع ہونے کے لیے نازل ہوئی ہے، مجاہدؒ نے جو ابن عباسؓ کے شاگرد ہیں اسے سرود کے لیے ہی قرار دیا ہے، نیز ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ نے بھی یہی تصریح کی ہے، آیات و احادیث فقہی روایات غنا اور سرود کی حرمت میں اس قدر ہیں کہ ان کا شمار کرنا مشکل ہے ---کسی فقیہ نے کسی عہد میں بھی سرود کے مباح ہونے کا فتویٰ نہیں دیا ورنہ ہی رقص و پاکوبی کو جائز قرار دیا ہے اور صوفیاء کا یہ عمل حل و حرمت میں سند نہیں ہے، صرف یہی کافی ہے کہ ہم انہیں معذور سمجھیں یہاں تو امام ابو حنیفہؒ کا، امام یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول معتبر ہے نہ کہ ابو بکر شبلی، ابی حسن

نوری کا عمل، اس زمانے کے خام صوفیوں نے اپنے پیروں کے عمل کا بہانہ کر کے سرود رقص کو اپنا دین بنا لیا ہے اور اس کی طاعت وعبادت سمجھ لیا ہے اللہ کا احسان ہے کہ ہمارے پیر اس امر میں مبتلا نہیں ہوئے۔"[۹]

اسی طرح ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:

"جو رقص و سرود آج کل متعارف ہے اور جو مجلس و اجتماع آج کل مشہور و معروف ہے ان کے مضر محض اور منافی شرح ہونے میں کچھ شک نہیں، عروج وہاں بے معنی ہے، سماع سے مدد استعانت مفقود ہے اور اس کی مضرت ونقصان موجود ہے۔"[۱۰]

تصوف، شریعت محمدیہ ﷺ کے مطابق عمل کرنا ہے

حضرت مجدّد الف ثانیؒ کی ایک خدمت یہ بھی ہے کہ آپ تصوف کو شریعت محمدیہ ﷺ اور سنت رسولؐ کے مطابق دیکھنا چاہتے تھے۔ آپ کے نزدیک ولی کی سب سے بڑی کرامت یہ ہوتی ہے کہ اس کی زندگی اللہ کے احکامات اور سنت رسول ﷺ کے مطابق گزرے۔ جبکہ مروجہ تصوف میں بعض صوفیاء سکر و حال میں ایسی باتیں کہہ ڈالتے تھے جو شریعت محمدیہؐ اور احکام قرآن کے خلاف ہوتی تھی۔ اس لیے آپ فرماتے تھے کہ کسی بھی صوفی کی ایسی بات قبول نہ کی جائے تو شریعت محمدیہ ﷺ کے خلاف ہو۔

اگر صوفیاء کا کلام احکام شرعی کے مطابق نہیں ہے تو اس کا ہرگز اعتبار نہیں ہے اور نہ ہی حجت اور تقلید کے لائق ہے کیونکہ حجت اور تقلید علمائے سنت وجماعت کے اقوال ہیں، پس صوفیاء کا جو کلام ان علماء کے اقوال کے موافق ہے وہ معقول ہے اور جو مخالف ہے وہ مردود ہے۔[۱۱]

صوفیاء کے کشف و کرامات ولایت کی دلیل نہیں

تصوف میں ایک خرابی یہ بھی پیدا ہو گئی تھی کہ لوگوں نے کرامات کو ولایت سمجھ لیا تھا اگر کوئی محیر العقول خوارق عادات چیزوں کو دکھانے میں کامیاب ہو جاتا تھا تو اسے سب سے بڑا صوفی اور ولی مان لیا جاتا تھا۔ آپ نے ان سب چیزوں کی نفی فرمائی اور ولایت کے لیے سب سے اہم اور بنیادی شرط دین پر استقامت قرار دیا۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں:

"نا مشروع طریقوں پر جو احوال وکیفیات مرتب ہوں وہ فقیر کے نزدیک استدراج کے قبیل سے ہیں کیونکہ اہل استدراج کو بھی احوال وکیفیات ہاتھ

آتے ہیں --- حکمائے یونان اور ہندوستان کے جوگی سادھوں اس معاملے میں شریک ہیں، احوال و کیفیات کی سچائی اور مقبولیت کی علامت مشتبہ امور سے مکمل پرہیز کے ساتھ ساتھ علوم شرعیہ سے ان احوال کی موافقت اور مطابقت ہے۔"(۱۲)

ایک اور مکتوب میں فرماتے ہیں:

"خوارق و کرامات کا ظاہر ہونا ولایت کی شرط نہیں، جس طرح علماء خوارق کے حاصل کرنے کیلیے مکلف نہیں اسی طرح اولیاء بھی خوارق کے ظہور کے مکلف نہیں، کیونکہ ولایت سے مراد قربِ الٰہی ہے جو ماسوائے نسیان کے بعد اللہ تعالی اپنے بندوں کو عطا فرماتے ہیں، لیکن غائبانہ حالات پر اطلاع نہیں دیتے۔ بعض کو یہ قرب بھی دیتے ہیں، غائبانہ حالات پر اطلاع بھی بخشتے ہیں اور بعض کو کچھ بھی نہیں دیتے، لیکن غائبانہ حالات پر اطلاع دے دیتے ہیں ہیں، یہ تیسری قسم کے لوگ اہل استدراج ہیں، نفس کی صفائی نے ان کو غائبانہ کشف میں مبتلا کر کے گمراہ کر دیا ہے۔"(۱۳)

وحدت الوجود اور ہم اوست جیسے مہلک نظریات کی تردید

آپ کے زمانے میں عقیدہ وحدت الوجود عام تھا اور اس کے پیروکاروں کے نزدیک وجود ایک ہے وہ خدا ہے، وجود سے مراد کل کائنات ہے مع ان تمام اشیاء کے جو اس میں موجود ہیں۔ ابن عربی نے ہمہ اوست کو علمی اور فلسفیانہ انداز میں پیش کیا تو لوگوں کے ذہنوں میں شکوک و الجھیں پیدا کر دیں۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے ایک مکتوب میں وحدت الوجود کی تنقیح اور اس میں شیخ اکبر وغیرہ کے اور اپنے نظریے کے اختلاف کی توضیح فرمانے کے بعد مکتوب گرامی کو ان الفاظ پر ختم کرتے ہیں۔

"پس حق تعالی کو عالم کے ساتھ (خالق و مخلوق ہونے کے سوا) کسی قسم کی مناسبت نہیں (چہ جائیکہ اتحاد وعینیت) اللہ تعالیٰ اہل جہان سے غنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو عالم کا عین کہنا اور اس کے ساتھ متحد جاننا بلکہ نسبت دینا بھی اس فقیر پر بہت گراں اور دشوار ہے۔"(۱۴)

ایک مکتوب میں حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں:

”وجود ہر خیر و کمال کا مبداء اور عدم ہر نقص و شرارت کا منشاء ہے، جل شانہ کے لیے ثابت ہے اور عدم ممکن کے نصیب ہے۔ تمام خیر و کمال کو عدم کی طرف راجع کرنا درحقیقت اللہ تعالیٰ کے ملک وملک میں اس کو شریک بنانا ہے۔اس طرح ممکن کو واجب تعالیٰ کا عین کہنا اور ممکن کے صفات و افعال کو حق تعالیٰ کے صفات وافعال کا عین بنانا بڑی بے ادبی اور حق تعالیٰ کے اسماء وصفات میں الحاد و شرک ہے۔“(۱۵)

ایک طرف مجدد الف ثانیؒ نے ان گمراہ کن نظریات کی وضاحت فرما کر الحاد و زندقہ قرار دیا اور ساتھ ساتھ وحدت الوجود اور ہمہ اوست کے قائل صوفیاء کی مراد واضح کی کہ عالم میں جو کچھ ہے اس کی قدرت کا ظہور ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

”اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں اس عبارت کے اور معنی بھی ہیں جو اتحاد و حلول سے بعید ہیں یعنی سب نیست ہے اور حق تعالی ہی موجود ہے اور نہ یہ کہ سب ہست ہے اور اللہ تعالی کے ساتھ ہی متحد ہے اس قسم کی بات کوئی بے وقوف اور نادان بھی نہیں کہتا، بزرگوں سے کس طرح متصور ہو سکتی ہے۔ چونکہ غلبہ محبت کے باعث محبوب کے سوا سب کچھ ان بزرگوں کی نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ اور اس کے سوا کچھ بھی اس کے مشاہدے میں نہیں رہتا۔ اس لیے ہمہ اوست کہہ دیتے ہیں، یعنی یہ سب جو ثابت وجود دکھائی دیتا ہے سراسر وہم وخیال ہے، موجود صرف اللہ تعالی ہی ہے، اس صورت میں نہ جزئیت واتحاد کی آمیزش ہے نہ حلول و تلون کا گمان، لیکن اس کے باوجود فقیر اس قسم کی عبارتوں کو پسند نہیں کرتا--- الخ“(۱۶)

الغرض حضرت مجدد الف ثانیؒ نے ایک طرف اس نظریے کا مقصد اور منشاء واضح فرمایا اور ساتھ ساتھ اس کے گمراہ کن الفاظ کو الحاد و کفر بتایا، تاکہ صوفیاء اور عوام الناس کو اس کے شر سے محفوظ رکھا جاسکے۔ آپؒ نے راسخ الاعتقادی کے فروغ کے لیے وجود الوجود کی تصحیح فرما کر ”نظریہ وحدت الشہود“ پیش کیا۔ جس کو آسان الفاظ میں یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ کائنات کی ہر شے خدا

کے صفات کا نظیر و مظہر ہے نہ کہ عین ذات خدا، یعنی کائنات کی ہر شے خدا کے وجود کی دلیل اور عدم سے وجود میں آئی ہے لیکن خدا کی ذات قدیم و ازلی ہے کسی بھی ذات میں خدا کے وجود کو ماننا الحاد و کفر ہے۔(۱۷)

شریعت اور طریقت میں مطابقت

اہل طریقت کے ہاں یہ بات ہر دور میں شد و مد سے کہی جاتی رہی ہے کہ ظاہر اور ہے باطن اور، اور یہ تفریق کر کے صوفیاء اپنے اپنے پیروکاروں کو احکامات شریعت سے آزاد کرتے رہے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے ان خیالات فاسد پر شدید تنقید فرمائی۔ آپؒ فرماتے ہیں:

> "شریعت ظاہری اعمال کا نام ہے اور یہ معاملہ اس جہان میں باطن سے تعلق رکھتا ہے، ظاہر ہمیشہ شریعت کے ساتھ مکلف ہے اور باطن اس معاملے میں گرفتار ہے چونکہ یہ جہان دارِ عمل ہے، باطن کو ظاہری اعمال سے بڑی مدد ملتی ہے، اور باطن کے ترقیات شریعت کے بجالانے پر جو ظاہر سے تعلق رکھتی ہیں منحصر اور موقوف ہے، پس اس جہان میں ہر وقت ظاہر و باطن کے لیے شریعت کا ہونا ضروری ہے، ظاہر کا کام شریعت پر عمل کرنا ہے اور اس کے نتائج و ثمرات باطن کے نصیب ہیں۔"(۱۸)

ان صوفیاء کا ایک باطل عقیدہ یہ تھا کہ شریعت کی بجا آوری اس وقت تک ضروری ہے جب تک معرفت حاصل نہ ہو جائے، جب معرفت حاصل ہو جائے تو پھر عبادت کی ضرورت نہیں۔ اس طرح کے عقائد شریعت محمدی ﷺ کے صریحاً خلاف تھے، ایسے صوفیاء سے متعلق آپؒ نے غضب ناک انداز میں تحریر فرمایا:

> "اکثر متصوفہ خام اور بے سروسامان ملحد اس امر کے درپے ہیں کہ اپنی گردنوں کو شریعت کی اطاعت سے نکال لیں اور احکام شریعہ کو عوام کے ساتھ ہی مخصوص رکھیں۔ یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ خواص صرف معرفت الٰہی کے مکلف ہیں اور بس، جیسا کہ اپنی جہالت کے باعث امیروں اور بادشاہوں کو عدل و انصاف کے سوا کسی چیز کا مکلف نہیں جانتے اور کہتے ہیں کہ شریعت کے احکام بجالانے سے مقصود یہ ہے معرفت حاصل ہو جائے، معرفت حاصل ہو جائے تو پھر شریعت ساقط ہو جاتی ہے---"(۱۹)

حضرت مجددالف ثانیؒ نے ان مقاصد کے حصول کے لیے اپنی زندگی کو وقف کر دیا تھااوراس سلسلے میں حکمران طبقہ سے لے کر عوام الناس تک براہ راست تبلیغ کی اور صوفیاء کرام میں طریقت کی حقیقت اور تصوف کا صحیح مفہوم اور مقصد مدّلل انداز میں بیان کرکے قائل کیااور اصلاح اور تغیر کے لیے مکتوبات کاذریعہ اختیار کیاجن میں معاشرے کے ہر طبقہ کو فکری انحراف اور بے دینی کی طرف توجہ دلائی۔ آپ نے تصادم سے نہ صرف گریز کیا بلکہ ان کی براہ راست یا بالواسطہ اصلاح کی کوشش کی جس کے حیرت انگیز نتائج حاصل ہوئے، ساتھ ساتھ صوفیاء کوان کے حقیقی منصب سے آگاہ کیا اور ان کو اس عظیم الشان اصلاحی مشن میں اپنے ساتھ کام کے لیے تیار کیا۔

خلاصہ بحث و تجاویز

اسلامی تاریخ کے مطالعے سے یہ بات پایہ تکمیل کو پہنچ چکی ہے کہ فکرِ اسلامی کی تشکیلِ جدید کے لیے اگر ہمیں کامل راہنمائی مل سکتی ہے تو وہ کتاب اللہ اوراسوۂ رسول ﷺ سے ممکن ہے۔اسی سے لوگوں کے افکار و نظریات کو تبدیل کرنا، اپنے مقصد کا تعین کرنا، اس کی حقیقی روح اور پیغام کو معاشرے میں عام کرنا ممکن ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی کی تعلیمات سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ آپؒ نے استقامت سے کٹھن وقت میں بھی جس طرح کام کیا اوراسلام کے مختلف شعبوں میں دین کا صحیح تشخص اجاگر کرنے کے لیے اپنی زندگی وقف کی، یہ ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔

برعظیم پاک وہند میں ہر دور میں عوام کی اکثریت تزکیہ نفس کے لیے بزرگان دین اور صوفیاء کرام کی طرف رجوع کرتی رہی ہے۔ تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آج ہمارے پاس تصوف اور طریقت کی جو صحیح تعلیمات موجود ہیں، یہ انہیں بزرگانِ دین اور صوفیاء کرام کی خدمات کی مرہون منت ہے، لیکن خود غرض اور مفاد پرست صوفیاء نے تصوف کی تعلیمات کو مسخ کر دیاجو قرآن و سنت کو چھوڑ کر لوگوں کی اصلاح کے لئے ہندوانہ طریقے، یونانی فلسفے اور ریاضتیں اختیار کرتے ہیں اوران کے مرید انہی عقائد ورسومات کو دین کا حصہ سمجھنے لگتے ہیں۔ان خود غرض صوفیاء کی نظریں لوگوں کے نفس کے تزکیہ کی بجائے ان کی جیب پر ہوتی تھی، اس کی مثالیں آج آپ کوبزرگان دین اور صوفیاء کرام کے مزارات پر مجاوروں میں نظر آئیں گی۔ اگر ہمارے سامنے حضرت مجددالف ثانی کی تعلیمات موجود ہوں تو ہم خود گمراہیوں سے نکل سکتے ہیں اورآپ کی

تعلیمات کو عام کر کے امت کو گمراہ کن نظریات سے محفوظ رکھنے ان کے بڑھتے ہوئے اثرات کو روکنے میں مدد مل سکتی ہے۔

آج معاشرہ بہت تیزی سے فکری انتشار کا شکار ہوتا جا رہا ہے۔ اولاً مادی پرستانہ سوچ نے ہمارے معاشرے کی مسلمہ فکری اور علمی بنیادوں کو متزلزل کر دیا ہے، ثانیاً اسلام کی نئی نئی توجیہات اور تشریحات نے حقیقی مقاصد اور اہدافِ اسلام کا رخ تبدیل کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ معاشرے کو مادیت کی رعنائی و خوبصورتی سے بچانے، اسلامی شریعت و طریقت کی ترویج کے لیے عزیمت کی راہ اختیار کرنے، معاشرے میں پھیلتی ہوئی بے یقینی کو یقین قلبی دلانے کے سلسلے میں جو علمی و عملی رہنمائی کی ضرورت محسوس کی جاتی ہے اس کے لیے حضرت مجدد الف ثانی ؒ کی تعلیمات عام کر کے راہنمائی فراہم کی جا سکتی ہے۔

بد قسمتی سے اس وقت امت مسلمہ کے دینی و مذہبی طبقات فکر و عمل کے اعتبار سے عجیب تذبذب کا شکار ہیں۔ ایمانی دولت، یقین کی کیفیت، اخلاص نیت اور محبت و معرفت کا بحران تو موجود ہے۔ مذہبی طبقات میں چھوٹے چھوٹے مسائل ہی اہمیت اختیار کر چکے ہیں اور امت کی تقسیم در تقسیم کا عمل جاری ہے۔ اس صورت حال سے نکلنے کے لیے ہمیں صرف اور صرف قرآن و سنت سے راہنمائی مل سکتی ہے، یہی تعلیمات ہمیں صحابہ کرام کی زندگیوں سے ملتی ہیں، یہی مقصد مجدّدین امت اور حضرت مجدّد الف ثانیؒ کا تھا۔

اس وقت مسلمان گروہوں اور فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ہر گروہ اپنے آپ کو حق پر اور دوسروں کو گمراہ خیال کرتا ہے۔ اگر ہم بزرگانِ دین خاص طور پر حضرت مجدد الف ثانی کی تعلیمات کا مطالعہ کریں تو ہمیں امن کا سبق ملتا ہے۔ اس لیے قیامِ امن کے لیے بزرگانِ دین کے کردار کو اجاگر کرنا ضروری ہے۔

حوالہ جات و حواشی

۱۔ ندوی، ابوالحسن علی، سید۔ (۱۳۸۴ھ)۔"تاریخ دعوت وعزیمت"۔ کراچی۔ مجلس نشریات اسلام، ناظم آباد نمبر ا۔ جلد چہارم۔ ص ۱۳۸

۲۔ مکتوبات امام ربانی۔ جلد اول۔ مکتوب نمبر ۲

۳۔ ندوی، ابوالحسن علی، سید۔ (۱۳۸۴ھ)۔" تاریخ دعوت وعزیمت"۔ کراچی۔ مجلس نشریات اسلام، ناظم آباد نمبر ا۔ جلد چہارم۔ ص ۱۳۸

۴۔ مولانا کمال الدین بن موسی کشمیر سے ۹۷۱ھ میں ہجرت کر کے سیالکوٹ تشریف لائے تقریبا پچاس سال تدریس میں مشغول رہے اور ۱۰۱۷ھ میں لاہور میں فوت ہوئے۔ وہیں آپ کا مدفن ہے۔ (بحوالہ نزہۃ الخواطر، جلد ۵، ص ۳۱۶)

۵۔ مولانا یعقوب کشمیری ۹۰۸ھ میں پیدا ہوئے۔ ساری زندگی تعلیم میں گزار دی۔ ۲۱ ذی الحجہ ۱۰۰۲ھ میں وفات پائی۔ (بحوالہ نزہۃ الخواطر۔ جلد ۵۔ ص ۴۳۰)

۶۔ مکتوبات امام ربانی۔ جلد اول۔ مکتوب ثانی

۷۔ شاہ، زوار حسین، سید۔ (۲۰۱۲ء)۔ "حضرت مجدد الف ثانیؒ"۔ کراچی، زوار اکیڈمی، ص ۱۵۳

۸۔ مکتوبات، جلد اول، مکتوب نمبر ۲۲۱

۹۔ مکتوبات، جلد اول، مکتوب نمبر ۲۶۶

۱۰۔ مکتوبات، جلد اول، مکتوب نمبر ۳۷۵

۱۱۔ مکتوبات، جلد اول، مکتوب نمبر ۲۸۹

۱۲۔ مکتوبات، جلد اول، مکتوب نمبر ۲۶۶

۱۳۔ مکتوبات، جلد دوم، مکتوب نمبر ۹۶

۱۴۔ مکتوبات امام ربانی، جلد دوم، مکتوب نمبر ۱

۱۵۔ مکتوبات، جلد دوم، مکتوب ۱۱

۱۶۔ مکتوبات امام ربانی، جلد سوم، مکتوب نمبر ۸۹

۱۷۔ لاہوری، غلام سرور، مفتی (۱۳۳۲ھ)، خزینۃ الاصفیاء، مطبع نامی نول کشور، جلد ۳، ص: ۱۵۳

۱۸۔ مکتوبات، جلد دوم، مکتوب نمبر ۴۶

۱۹۔ مکتوبات امام ربانی، جلد اول،، مکتوب نمبر ۸۷